اِخلاص: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

از: مولانا مدثر جمال تونسوی
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

انسانیت کی پیدائش کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی ''عبادت'' ہے اور عبادت میں جان ہے ''اخلاص'' سے پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (الانعام:۱۶۲)

ترجمہ: (اے نبی!) کہہ دیجئے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہی ہے جو سارے جہانوں کا پالن ہار ہے۔

چنانچہ اخلاص تمام اعمال کی روح ہے، اور وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو اُس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو، گویا اخلاص عبادات واعمال میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر انسان کا بنیادی مطمحِ نظر یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اس کی رضا کو حاصل کرے اور جنت کا دخول انھیں نصیب ہو، اس مقصد کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کا حسن معتبر ہے نہ کہ محض کثرت، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (الملک:۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اَعمال کے حسن کو جانچنے کا تذکرہ کیا ہے، کثرت کا نہیں؛ چنانچہ اعمال کی قبولیت اور اس پر اجر وثواب کے حصول کے لیے اس میں روحانیت واخلاص اور کیفیت کا اعتبار ہے نہ کہ محض تعداد یا قلت وکثرت کا۔ حضرات مفسرین نے آیت کے لفظ ''اَحْسَنَ عَمَلاً'' کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے وہ عمل مراد ہے جو اخلاص پر مبنی ہو اور شریعت کے مطابق ہو۔ اس آیت کے پیشِ نظر علماء محققین نے اعمالِ صالحہ کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں:

(۱) اخلاص یعنی وہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کیا جائے۔

(۲) اتباعِ سنت یعنی وہ عمل قرآن وسنت کی تعلیمات کے موافق ہو۔ بدعت یا کسی اور طرح سے خلافِ شرع نہ ہو۔

ایک حدیث میں خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ (مسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ متقی، مخلوق سے مستغنی اور اخفاء پسند بندے کو پسند فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں تین صفات والے بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب قرار دیا ہے:

(۱) تقی: وہ بندہ جو ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہو اور اس کی معصیت سے بچتا ہو۔ (۲) غنی: وہ بندہ جو لوگوں کے مال وجاہ سے کوئی غرض اور کوئی حرص ومفاد وابستہ نہ رکھتا ہو؛ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے فقر وحاجت کا اظہار کرتا ہو، وہ مخلوق سے استغناء برتتا ہو اور اللہ کے سامنے خود کو محتاج بنا کر رکھتا ہو۔ (۳) خفی: وہ بندہ جو اپنے نیک اعمال بھی مخلوق کے دکھاوے سے بچنے کے لیے چھپ کر کرتا ہو اور اگر کوئی گناہ صادر ہو جاتا ہو تو اس کو بھی چھپاتا ہو اور اس پر خوب توبہ واستغفار کرتا ہو؛ کیوں کہ اپنے گناہوں کا بندوں کے سامنے اظہار بھی شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اخلاص سے خالی عمل کرنے والے شخص سے کہہ دو کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو نہ تھکائے؛ کیوں کہ بغیر اخلاص کے عمل کرنے والے کی مثال اُس مسافر کی سی ہے جو اپنے زادِ راہ کی جگہ مٹی سے اپنی چادر بھر رہا ہو؛ کیوں کہ اس طرح وہ خود کو فضول کام میں تھکا رہا ہے جس میں اُسے کوئی نفع نہیں ہے۔

امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم نیت کی درستی اور اس کی حقیقت اچھی طرح سیکھ لو؛ کیوں کہ یہ عمل سے زیادہ طاقت ور ہے اور یہ نیت بسا اوقات انسان کو اتنی بلندی تک پہنچا دیتی ہے جہاں تک عمل نہیں پہنچا سکتا۔

بعض اسلاف سے منقول ہے وہ فرماتے تھے؛ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ مجھے اور کوئی مصروفیت نہ ہو تو میں لوگوں کو صرف نیت کی تعلیم دینا شروع کر دوں؛ کیوں کہ بہت سے لوگ اس کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے اپنے بڑے بڑے عمل ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ عمل جسے میں لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہوں، اسے اپنے اعمال میں شمار نہیں کرتا؛ کیوں کہ ہم جیسوں سے اُس عمل کو اخلاص سے ادا کرنا اور

باقی رکھنا مشکل ہے، جیسے لوگوں نے دیکھ لیا ہو۔

اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے عمل کو ترک کردیا جائے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو دکھلانے کی نیت سے نیک عمل نہ کیا جائے، اس طرح اگر ایسے قصدوارادے کے باوجود لوگ وہ عمل دیکھ لیں یا وہ عمل لوگوں پر ظاہر ہوجائے تو یہ چیز اخلاص کے منافی نہیں ہے؛ بلکہ بعض اوقات لوگوں کو عمل پر ابھانے کی نیت سے اگر کوئی عمل ظاہر کردیا جائے تو اس میں بھی مزید اجز کی امید ہے۔ان شاء اللہ، پھر یہ بات اُن اعمال میں ہے جو اخفاء کے ساتھ کرنا افضل ہیں ورنہ جو اعمال ایسے ہیں جو اجتماعی شکل میں کیے جاتے ہیں تو اُن کو چھپا کر کرنے کی کوئی وجہ نہیں، مثلاً نماز باجماعت ادا کرنا، جہاد کرنا اور تعلیم وتدریس وغیرہ۔

اب ہم اخلاص کی کچھ مثالیں ذکر کرتے ہیں ان اعمال کے بارے میں جنھیں انسان بہ کثرت بجالاتا ہے۔اولاً تو اپنے ہر نیک عمل میں اپنی نیت کو ٹٹولا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا میں وہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کررہا ہوں یا کوئی اور فاسد غرض اس کا محرِّک ہے؟ یوں سب سے پہلے اپنی نیت میں اخلاس پیدا کیا جائے۔

(۱) وضو میں اخلاص: وضو ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کو پانچ وقت کی نمازوں میں عام طور سے واسطہ پڑتا ہے، اب وہ عمل پورے اخلاص اور اس بات کو ذہن میں حاضر رکھ کر کیا جائے کہ یہ عمل میرے لیے اجروثواب کا باعث ہے اور میں اسے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کررہا ہوں۔

اذان کا جواب دینے میں اخلاص: اسی طرح پانچ وقتہ اذانوں کا جواب دینا بھی عظیم اجروثواب کا باعث ہے اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے لیے مقام محمود کی دعا جس پر حدیث میں بہت بڑی سعادت کے حصول کی خوش خبری دی گئی ہے کہ ایسے شخص کو قیامت کی ہولناکیوں میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی تو ایسے بلند پایہ عمل سے ہر مسلمان کو دن میں پانچ مرتبہ سابقہ پڑتا ہے اس میں اگر اخلاص والی روح پیدا کرلی جائے اور اس بات کو ذہن میں تازہ رکھا جائے تو خود اندازہ ہوجائے گا کہ یہ کتنی بڑی رحمت کا دروازہ اُس کے لیے کھل گیا ہے۔

اسی طرح نماز میں اخلاص، روزوں میں اخلاص، زکوٰۃ وصدقات میں اخلاص، توبہ میں اخلاص، اللہ تعالیٰ کی خشیت سے رونے اور گریہ وزاری کرنے میں اخلاص، باپردہ عورت کے لیے پردہ کرنے میں اخلاص یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اتباعِ شریعت کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ

تو وہ محض ایک معاشرتی رسم بن کررہ جائے گا۔ اس حوالے سے بعض احادیث کا ملاحظہ کرلینا ضروری ہے۔ مثلاً صدقات کے بارے میں ارشاد فرمایا: (وہ اشخاص جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں رہنے کا اعزاز عطا فرمائیں گے اُن میں ایک وہ) آدمی ہوگا جس نے صدقہ اس خفیہ انداز سے کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے؟ اسی طرح اسی حدیث میں ایک اُس شخص کا تذکرہ بھی ہے جس نے تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کے خوف وخشیت سے وہ رونے اور گریہ وزاری کرنے لگا تو اُسے بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا (بخاری شریف)۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مُسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث منقول ہے کہ جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' اخلاصِ قلب سے کہا وہ جنت میں داخل ہوگا (المناقب للکردری)۔ الغرض اس موضوع پر بہت سی احادیث ہیں ان سب کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے:

اِنَّا نَزَّلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَهُ الدِّيْن (سورۃ الزمر: ۲)

(اے نبی!) ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے، پس آپ اللہ کی عبادت کیجیے اُس عبادت کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

قرآن وسنت میں اخلاص سے کی گئی عبادات اور نیک اعمال پر دنیا وآخرت میں مفید ثمرات وفوائد کی خوش خبری دی گئی ہے، اُن سب کی تفصیل اس مختصر سی تحریر میں دشوار ہے، چند فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) اخلاص سے ہونے والے اعمال، خاص جہاد وقتال فی سبیل اللہ پر اللہ تعالیٰ اِس امت کی مدد ونصرت فرماتے ہیں۔

(۲) آخرت میں مخلصین کو بلند وبالا درجات نصیب ہوں گے۔

(۳) دنیا میں مخلصین کو گمراہی سے بچالیا جاتا ہے۔

(۴) مخلص عبادت گذار کے نورِ ہدایت میں بڑھوتری ہوتی رہتی ہے اور اس کا ظاہر وباطن نورِ ہدایت سے روشن ہوجاتا ہے۔

(۵) زمین وآسمان کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس بندے سے محبت رکھتی ہے۔

(۶) دنیاوی مصائب میں اُن کے لیے آسانی کی راہ پیدا کردی جاتی ہے۔

(۷) دل کو اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے۔

(۸) مخلصین کی پاکیزہ صحبت اس کو میسّر آتی ہے۔

(۹) مصائبِ دنیوی جس قدر بھی شدید ہو جائیں اُن پر صبر کی توفیق مل جاتی ہے۔

(۱۰) حسنِ خاتمہ کی عظیم تر نعمت سے وہ شاد کام ہوتا ہے۔

(۱۱) قبر کی تنہائی اور وحشت میں اس کو انسیت اور انعاماتِ ربانی سے سرور و فرحت پہنچتی ہے۔

(۱۲) اُس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یوں وہ مستجابُ الدعوات بن کر اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

اخلاص کے موضوع پر یہ ایک مختصر تحریر ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اخلاص کی حقیقت اور اس کا نور نصیب فرمائے ہمیں اپنے مخلص بندوں کی جماعت میں شامل فرمائے اور اپنی رضا والی موت نصیب فرمائے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

❁ ❁ ❁